اسكالربي ايج دي اردو، نيشنل يونيورستي آف مادرن لينگويجز، اسلام آباد

# پی ٹی وی کے اُردو ڈراموں میں عورتوں کے ساجی مسائل

#### Saima Niaz

Scholar PhD Urdu, NUML, Islamabad.

## Reflection of the Social Problems of Women in Urdu Drama's of PTV

Society is composed of social interactions and social shadings. Defining society is a difficult thing, but today, the Sociology is referred as the mother of all sciences. In the social perspective, if we study the social status of woman, she meets the very discrimination in this man-dominant society. Most of the families treat woman in very cruel way and we find a clear-cut discrimination. In most of the areas in Pakistan, most of the women not only work at houses but they also work in the fields which has made their job very highly injurious. Although, this society cannot exist without woman, yet their social status is very low and she is victim to very critical imbalance in her rights. This study reveals what reflection has been realized in the Long Drama Serials of PTV. It aims to scratch the mentioned roles of women and their difficult lives on the other hand. Woman is often victimized in domestic violence, her rights are mostly denied in our Pakistani society. Urdu Literature has been in rising slogans for the liberty of woman from the peters of injustice and cruelty. Beside victimization and violence, her sexual abuses and harassments are at peak in this cruel society.

**Key Words:** Social Status of Women, Discrimination, Domestic Violence, Injustice, Critical imBalance, Sexual Abuses.

ساج یا معاشرہ کے ایک لفظی معنی آپس میں مل جل کر زندگانی کرنا، او قات بسر کرنا اور کسی کے ہم راہ اکھٹارہنا ہے۔ لفظی مفہوم میں یہ کلمہ جتنا سادہ ہے اتنا ہی اصلاحی معنوں میں پیچیدہ اور مشکل ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اصطلاحا تی الجھاؤ میں انسان نہیں پڑا تھا۔ آج معاشریات ایک وسیع علم ہی نہیں بلکہ جینے بھی عمرانی علوم ہیں اُن سب کا سر چشمہ ہے۔ دوسری ساجی علوم کی طرح معاشرہ کی بھی کوئی ایسی تعریف مشکل ہے جس پر تمام ماہرین عمرانیات کا اتفاق ہو۔ وسیع تر مفہوم میں معاشرہ یا ساج انسانوں کے بنائے ہوئے ایک ایسے گروہ پر محیط ہے جو کافی حد تک اچھی اور منظم زندگی گزارتے ہوں۔ معاشرے کوعام زبان میں سوسائی کہتے ہیں۔ ایسے محدود مفہوم میں یہ لفظ بعض مخصوص مقاصد کے حصول

کے تحت کسی تنظیم کے لیے شعوری طور پر استعال ہو تاہے ۔ تشریکی لحاظ سے اس کے پیش نظر زندگی کی لا تعداد ضرور توں کا پورا کرنا ہے۔

عورت کا سابی صورت حال کے حوالے سے جائزہ لیاجائے توبہ تلخ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک محکوم حیثیت سے عورت اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔اس معاشرے میں مرد ہی عورت پر اولین دنوں سے تمام فیصلوں پر حاوی ہوتا ہے۔ صحت کی سہولتوں کا انتخاب، تعلیم ،نو کری ،شادی حتی کہ زندگی کے تمام شعبوں میں آخری فیصلہ مرد کا ہی ہوتا ہے۔ یا کہ تان عورت کی زندگی میں مرد ہی مرکزی کردار اداکر تاہے۔

مر دوں کے اس بنائے گئے معاشرے میں لڑکیوں سے بچپن ہی سے امتیازی سلوک روار کھاجا تاہے۔ لڑکوں کے مقابلے میں کم توجہ دینا ، کم کھانا اور دیگر بنیادی سہولتیں نہ دینے کار جھان عام ہے۔ ۔ آبادی میں شرح ذیا دہ ہونے کی وجہ سے پاکستانی عور تیں ایک بڑے کنے کی ذمہ داری اُٹھاتی ہیں۔اوسطاً سات یا آٹھ بچ شادی شدہ عورت پالتی ہیں۔اپنے شوہر یا سسرال کی مخالفت کے ڈرسے زیادہ تر دیہاتی عور تیں خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں سے گریز کرتی ہیں۔

بچوں کی دیکھ بال ، جانوروں کی ٹکہداشت ،گھر کی صفائی ، دھلائی، کھانا لکانااور دیگر کام عور توں کے سپر دیہو تا ہے۔عور توں کے ان کاموں کے علاوہ دیمی معاشر ہے میں عور تیں تھیتوں میں مر دوں کے شانہ بثانہ کام میں لگی رہتی ہیں۔ ان سب کے باوجود عورت کو کوئی اچھی ساجی حیثیت حاصل نہیں۔ ہمارے معاشر بے میں عورت صحت و تعلیم کی بنیادی سہولتوں سے مح وم ہے۔ صدیوں پرانے کلچر سے پاکتانی عورت آج بھی پیوستہ ہے ۔عورت کی تعلیم اور آزادی کواس کلچر میں نا گوار سمجھا جاتا ہے۔ملک کے بڑے بڑے شہروں میں خواتین ہر شعبے میں نمایاں نظر آتی ہیں مگر جن علاقوں میں زیادہ آبادی رہائش پذیرہے وہاں یہ خیال کیا جاتاہے کہ لڑکیوں کو چونکہ کمانا نہیں ہوتا اس لیے انھیں ایسے مضامین کی تعلیم دی جاتی ہے جو گھریلو کام کاج اور امور خانہ داری سے متعلق ہوں۔انہیں زیادہ علم وتربیت دینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی حاتی۔معاشی جبر کے ساتھ عورت ساجی ناانصافیوں کا بھی شکار ہے۔ پورپ میں صدیوں تک عورت محکوم ر ہی۔ مذہبی طور پر شادی کومسیحیت میں مقدس مان کر صرف ایک بیوی رکھنے کی پابندی عائد کی گئی۔اس وجہ سے خواتین کی ساجی حیثیت میں بہتری آئی لیکن بہی عیسائی مذہب کا پر چار کرنے والے عور توں کے سراسر خلاف بھی تھے۔عور توں کا وراثت میں قانوناً کوئی حصہ نہیں تھا۔عدالت میں جاناان کے لیے کسی گناہ سے کم نہ تھا۔خاوند کی تشّد د کے خلاف قانونی تحفظ کہیں بھی حاصل نہ تھا۔اعلیٰ خاندان کی عور توں نے پورپ کی نشاۃ ثانیہ میں آزادی سے مشاغل اپنائے۔مجلسی آ داب کو انھوں نے خوب نکھارا۔ نسوانی تزئین و آرائش، لباس، زیور، خوشبو سبھی کچھ ان کی دستر س میں تھے۔ پورپ میں آج بھی وہی مجلسی آ داب واطوار رائج ہیں جو اس زمانے میں تھے۔ یہ طریقے انھوں نے جلسے جلوس نکال کر نہیں بلکہ اپنی ذہانت اور نفاست کے ا پیا پر حاصل کے۔ اس اخلاقی پستی کے دور میں دھو کہ دہی ، قمار بازی،رشوت خوری اور دوسری برائیاں روز یہ روز بڑھتی گئی مگر کوئی فرق نه آیا۔

"سولہویں صدی عیسوی تمام دنیا میں غیر معمولی قابلیت کے لوگوں کا زمانہ تھا۔انگلتان میں ملکہ ایلز بھے اوّل اور شکسپیر اور ہندوستان میں اکبر اعظم ،ترکی میں سلیمان اعظم بادشاہوں، سیاست دانوں،ادیوں کی ایک مرغوب کرنے والی فہرست سامنے آتی ہے لیکن تضاد دیکھئے کہ انگلتان میں ملکہ ایلز بھ کی ہوش مندی اور صلاحیت کا ہر شخص قائل تھالیکن عور توں کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت تک نہ تھی۔آسفورڈ اور کیمبرج میں نئے کالج قائم ہوئے۔ ملکہ ایلز بھ آکسفورڈ اور کیمبرج میں نئے کالج قائم کیا،لیکن کوئی کالج یاسکول لڑکیوں کے لیے قائم نہ ہوا۔"(۱)

یہ وہ دور تھا جب سائنسی مزاج اور معقولیت کا غلبہ تھا مگر اس میں بھی عورت کی محکومیت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شوخ و چنچل ، خوش باش اور خوش گفتار عور توں سے ملکہ ایلز بھے کا دربار ہر وقت بھر اہوا ہو تا تھا۔ تمام عور تیں جو دربار میں رہتی تھیں بڑے لو گوں ، امر اء اور روساء کی بیٹیاں تھیں ۔ ان درباری خوا تین کے علاوہ تمام عور تیں اپنے خاوند کی خدمت اور امورِ خانہ داری میں مصروف رہتی تھیں۔ اس زمانے میں فرانس جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ سمجھاجا تا تھا، میں بھی عام عورت کی حیثیت انگلتان کے عورت جیسے ہی تھی۔ سپین میں اس وقت بادشاہت عروج پر تھی۔ گھر کی چار دیواری میں شریف عور تیں بند رہتی۔ مر د کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا گھانا گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔ ڈولی میں سوار ہو کر یہ عور تیں باہر جاتیں۔ ان ممالک کے مقابلے میں ہالینڈ کی حالت اس وقت کچھ مختلف تھی۔ یہاں تعلیم کا معیار بلند ، موسیقی اور پھولوں سے عشق ، صاف ستھر اماحول اور تحریر و تقریر کی کھلی آزادی تھی افتار شیر وانی کہتے ہے۔

"مشهور فلسفی ڈیکارٹ کا بیان تھا کہ دنیاکا کوئی بھی دوسر املک آزادی اور محفوظ شہری ماحول، جرائم کی کمی اورآ داب کی شائنگگی میں ہالینڈ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس ماحول میں عور تیں آزاد تھیں، تعلیم میں مصروف تھیں اور ہنر مند بیویاں اور اور مائیں تھیں۔"<sup>(۲)</sup>

مر دول نے ہمیشہ عورت کو اپنی ظلم و جبر اور تعصب کا نشانہ بنایا۔ مر دول نے خود عور تول کے حقوق و فرائض کے دائرے بڑے تعصبانہ انداز فکرہے متعین کر دیئے۔ساجد علی ککھتے ہے۔

"عور توں اور مر دوں کے جدا گانہ دائرہ کار کا تصور فطرت کے کسی قانون پر مبنی نہیں بلکہ معاشرتی رسم ورواج اور عادات کا نتیجہ ہے۔"<sup>(۳)</sup>

مر د اور عورت ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہے اگر ان میں کوئی بھی اپنی ذیمہ داری سے دست بر دار ہو جائے تو کا ئنات کا سارا نظام در ہم بر ہم ہو جائے۔ یہ فطرت و معاشرت کے خلاف ہے کہ مر د کو ہی اہم ، برتر و عقل گل سمجھا جائے۔ بانو قد سیہ تحریر کرتی ہے۔

"مر داپنی الجینوں کوعورت کی اعانت کے بغیر سلجھا نہیں سکتا کیوں کہ روپے کے چاہے دورُخ ہو،روپیہ

ہمیشہ ایک ہو تاہے۔ یہ جب بھی Devaluate ہو تاہے تو اس کے دونوں رُخ ایک وقت میں اے حیثیت ہو جاتے ہیں۔ "(\*)

اگر ہم عورت کو صرف اکتساب لذت کا ذریعہ ،مر د کے جذبہ شہوانیت کی تسکین اور بچے پیدا کرنے والی ایک مشین سمجھ لے تو معاشرے میں ہر سُوبگاڑ پیدا ہوجائے گا۔عورت قوموں کی تہذیب و تدن کے عروج و زوال میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ان کے وجود وحیثیت سے انکار بے جا، نامناسب وغیر منصفانہ ہو گا۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر چیز کی تخلیق کا ایک مقصد ہو تاہے اور اسی طرح محرک، بنیاد، وجود، کر دار، مر ام اور نتیجے کا ایک اخلاقی، فلسفیانہ اور ادبی سلسلہ شروع ہو تاہے۔ اب اُسی رشتے کو ابدی قرار دیا جاتا ہے جن کا جو ڈاحترام آدمیت اور مساوات انسانیت سے ثابت ہو تاہے۔ کا نئات بھر میں جہال اور مخلوقات کو فرائض اور سلوک کی وجہ سے مختلف در جات حاصل ہیں وہاں عورت کو سب گھر، چارد یواری، ماحول اور ریاست کے لیے معتبر اور مقدس کر دار مانتے ہیں۔ یہ عورت وہ مابیح کے میں جس سے اندھیر وادیوں، تاریک راستوں اور سیاہ منزلوں کوروشن تر بنایا جاسکتا ہے۔ اس کر دار کو اس لحاظ سے مایا بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے واسطہ سر ابوں اور گمشدہ کہانیوں اور داستانوں کو حقیقی اور دائی شکلوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

عورت کسی بھی سان کا وہ ازلی کر دار ہوتا ہے جس سے انہونی کو ہونی اور ناممکن کو ممکن صورت میں مطالعہ اور مشاہدہ کرنانہایت آسان ہوتا ہے۔ مشکلات، مصائب اور نکالیف کو ہر داشت کرنااور اُن کو اپنی ذات میں چھپا کر کرم و تبہم، خوشی و دل فریبی اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنااسی عورت کا کام مانا جاتا ہے۔ اس عورت کو ایک طرف گھر، خاندان، نسل، معاشرے، کنیے اور زندگی کا فعال حصہ تسلیم کیا جاتا ہے تو دو سری طرف اس کو پورا گھر اور مکمل سماج بھی کہا جاتا ہے اب ظاہر ہو تا ہے کہ جس شے، جسم ،نام اور حیثیت سے کسی بھی ابتداء ترتی اور تشکیل کی با قاعدہ شروعات ہوتی ہے اُسی پر سخمیل اور کاملیت کا سفر بھی اختتام پذیر ہوتا ہے اگر واقعی اس قاعدے یا اصول کو قطعی یاتا کیدی مانا جاتا ہے تو پہلانام بھی عورت کا ظاہر ہوتا ہے اور آخری مرتبہ بھی اُسی عورت کو دیا جاتا ہے۔ الغرض ایک عورت ذاتی اور انفرادی طور پر بھی ایک دائی ظاہر ہوتا ہے اور کل واجتا کی لحاظ سے بھی امر کہلاتی ہے۔ اسی طرح چاہے کوئی بھی جمود، حرکت، رجان، تحریک، نظر بے یاعقیدے کامسکہ ہوتوروز اول ہی سے عورت کو بنیادی کر دارسے یاد کیا جاتا ہے۔

اب اگرادب ایک جانب رکھ رکھاؤ ،احترام ، تکریم اور عزت سے پیوستہ ایک حقیقت کا نام ہے تو ساتھ ساتھ احساسات، جذبات ،رجانات ،میلانات ،خیالات اور فکریات کو ظہور دینے اور اُن کو با قاعدہ طور پر ایک تخلیقی صورت عطاکرنے والی ان مٹ سچائی بھی ہے۔ اگر کسی بھی جگہ یا ذہن سے اسی کو باہر کیا جائے یا اس کو غیر ضروری مان کر دور رکھا جائے تو واقعی ایسا عمل کسی بھی حساس اور ذمہ دار ساح اور اس سے بڑھ کر انسان وانسانیت کے حق میں نہیں ہے۔ گذشتہ عصر، زمانہ ، حال اور مستقبل کے حالات پر رائے دیناہو، گنج اصل کشید کرناہو، اصل نقل میں لکیریں کھنچاہو، عارضی وابدی میں امتیاز کرناہواور انسانیت و حیوانیت کی نشاندہی کرنی ہو توزیادہ تر ادب کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح عورت کے بغیر کوئی بھی چار دیواری اور بستی صحیح معنوں میں ترتی اورخو شحالی سے ہم کنار نہیں ہوسکتی اُسی طرح ادب کو چھوڑ کر بھی آدم

مکمل طور پر اپنی معراج کویانہیں سکتا۔اگر عورت کو جانناہو توادب کا مخصوص مطالعہ ضر وری ہو تاہے، دوسری طر ف عورت کویل مل جس طرح جیناہو تاہے اور دشوار ترین مراحل اور آزماکشوں سے گزر کر قرار واقعی کے لیے تگ و دو کرتی ہے تو ادب ہی وہ مایہ ہے جو اس اثبار پرست باجاوراں کر دار کو معلیٰ مقام سے فیض باب کرسکتی ہے۔ عورت اور ادب کا تعلق اور وصال ایک اٹل سحائی ہے۔ان دونوں کے ساتھ سے وہ حالات بھی آشکارہ ہوئے ہیں جن سے اُجڑے دیاروں اور آیادگھروں کا پہیہ چلتاہے۔ان دونوں کا جوڑ اُن مر احل اور اقد امات کا ظاہر ہو نا بھی ہے جن سے کبھی کبھار آدم وحشت کا شکار ہو تا ہے اور بعض او قات یمی انسان اشر ف المخلو قات کا درجه پالیتا ہے۔ ایک کر دار کے پاس جینے گم یا یوشیرہ خزانے ہوتے ہیں تو دوسر اکر دار یعنی ادب اُن کو ظہور دیتاہے اور یوں جہاں اُنگل اُٹھانے کی ضرورت ہو تی ہے تولوگ سر اُٹھاکریہی فریضہ سر انجام دینے ہیں اور جہاں تک خاک اور خون کو پینگاریوں اور شکلوں میں بدلنالاز می ہو تاہے تو وہاں پر عملی اُمور بھی ملاحظہ ہو تے ہیں۔ مخضر بہر کہ عورت کو مستحکم اور اکمل مقام و مرتبہ دلانے میں ادب کی مثال جلا کی ہوتی ہے اور ادب کو دائمی شکل اختیار کرنے بادینے میں عورت واقعی مایاسے کم نہیں ہوتی اوران دونوں کاسٹکم اور سنگت وقت اور تمام تر حالات، حادثات، ارشادات ، تخلیقات ، تحقیقات ، نتائج اور سفارشات سے حق وسچ ثابت ہے۔ عالمی ادب کا ایک اہم موضوع عورت ہے۔ عورت کے مسائل اور عورت کے خلاف امتیازی روبہ مشرق اور مغرب دونوں میں نظر آتا ہے۔ پاکتانی عورت کے بہت سارے مسائل اور مطالبات وہی ہیں جو دنیا کے ہاقی عور توں کو درپیش ہیں۔مغرب کی عورت تعلیم،صحت اور کام کے مساوی مواقع حاصل کر چکی ہے جب کہ ان حقوق کے حصول سے پاکستانی عورت آج بھی محروم سے۔اپنے حقوق کے حصول میں عورت کو جو رکاوٹیں اور مشکلات درپیش ہیں اُن کا تعلق مر د کی سوچ اور نظریات سے ہے۔مر د عورت کے وجو د کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور عورت کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے زندگی کے کسی میدان میں برابر حقوق کاحامل وجو د ماننے سے انکاری ہے۔عورت جس کو ساج ،ادب اور تنقید و تحقیق کے پس منظر میں ایک بنیادی کر دار مانا جاتاہے اسی طرح فن و عمل کے لحاظ سے بھی معتبر مرتبے پر فائز نظر آتی ہے اور اس کو ذہنی،جسمانی اور روحانی طور پر جس طرح مختلف مسائل کا سامنارہاہے اُن کو حقیقت جان کر برائے اصلاح د کھایا گیاہے ۔عام آد می سے لے کر ایوان اقتدار میں بیٹھے اشر افیہ تک عورت کو جس طرح پستی اور بد حالی میں مزے سے قابل احترام ملاحظہ کیا جاتا ہے وہ ایک تلخ سیائی ہے۔ویسے تو تحریکوں کی برکت سے عورتوں کے جلی و خفی مسائل کو وجود ملا ہے مگر پاکتان ٹیلی وژن وہ واحد ادارہ ہے جس نے طویل دورانے کے اردو ڈراموں میں خواتین سے منسوب چھوٹے بڑے ،ساجی، معاشی، بنیادی، امیازی اخلاقی، تعلیمی، روایتی،مقامی، قومی، فکری،بدنی،روحانی اور کر داری وغیر ہ مسائل کو بہترین انداز میں ظاہر کیاہے۔

ٹیلی وژن کے اردو ڈراموں میں ایک بڑا نام مُنو بھائی کاہے۔ ڈرامے "دروازہ" میں اس نے دو مر کزی کردار سلطان اور زرینہ کے ذریعے شہری اور دیہاتی زندگی کے آئینے میں مال دولت، جاگیر داری، ظاہری محبت، بغیر مشاورت کی شادی، گھرسے بغاوت، والدین کے کردار، جذباتی پن، گھرسے بھا گنا، دھو کہ دہی اور طلاق جیسے مسائل کے ہاتھوں عورت کی اندوہ ناک زندگی کو سامنے رکھا ہے۔۔مصنف نے اس سلسلے میں عورت کو نہایت قیمتی بتایا ہے کہ یہ مرد کو زندگی دیتی ہے،

ساج کے تیروں کو برداشت کرتی ہے ، والدین کالاج رکھتی ہے ، شوہر کو آسان مانتی ہے ، مُنہ میں ذبان رکھتی ہے مگر چپ رہتی ہے ، تکالیف کاسامنا کرتی ہے ، چھر رشتوں کو دوسروں کی خوشی کے لیے قربان کرتی ہے ، دھو کہ کھا کر بھی ہنسی خوشی ذندگی گزارتی ہے ، اپنے گھر کو آباد کرتے کرتے بعض او قات طلاق تک پاتی ہے مگر کسی کے پاس اتناوقت نہیں ہو تا کہ وہ ذرین ما یا کو بنیادی حقوق فراہم کر سکے اور اس کو عورت کی بجائے انسان مان کر افضل قرار دیں۔ ہر کوئی اس کو ٹھو کر مارتا پھر تا ہے اور یوں اس بے نظیر کر دار کو حقیر جان کر ساج اور زمانے کے مکروہ لوگوں کے تھیٹر وں کے لیے اکیلا چھوڑا جاتا ہے۔ یہ ڈرامہ الم علی دورانے کے سلسلے کا اہم نفسیاتی کھیل ہے ۔ یہ نفسیاتی کھیل مر دوعورت کے نفسیات کا بخو بی احاطہ کرتا ہے۔ اس ڈرامے کا موضوع اس کی کہانی سے ذیادہ گہر ااور مو ٹر ہے۔ اس ڈرامے میں مئو بھائی ایک ایسے دروازے کی نشاند ہی کر رہے ہیں جو انسانی ذات کے اندر کھلتا ہے اور ان اسرار ور موز سے پر دہ اُٹھا تا ہے جس کو دیکھنے کے لیے بصارت نہیں بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے مگرمادہ برست اور مادیت بیند لوگوں پر یہ دروازہ نہیں کھاتا۔ سلمان بھٹی کھتے ہے۔

" یہ دروازہ ہر شخص کو دکھائی نہیں دیتا۔اس کے لیے ریاضت کی ضرورت ہے یہ ریاضت اور کھٹن مراحل طے کرنے کے بعد ہی انسان اس دروازے کو اپنی خواہش کی پیمیل کے لیے حاصل کر سکتا ہے۔یہ دروازہ صرف سچائی اور نیک سوچ رکھنے والے انساکو نظر آتا ہے۔ "(۵)

پاکستان ٹیلی وژن کے طویل دورانیے کے اردو ڈراموں میں حسینہ معین بھی ایک معروف ڈرامہ نویس ہیں۔ ۱۹۸۳ء ڈرامہ "روشنی" میں دوطبقات کے کر داروں عدنان اور نداکے زریعے عورت کو کچھ بنیادی مسائل میں قید دکھایا گیاہے۔ یہتیم عدنان کو ماموں بڑا کر تاہے اور آگے جاکر نداسے شادی کر تاہے۔ ندااور عدنان کے درمیان ہوٹل میں ہونے والی گفتگو ملا خطہ کیجے۔

"عدنان: (نداكی طرف پیارے دیکھتے ہوئے) تم خوش تو ہونا۔

ندا: هوم م م م -----

عدنان: (پلیٹ کو دیکھتے ہوئے) کوئی بچھتاواتو نہیں۔

ندا: (عدنان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر) کوئی کچھتاوانہیں۔

عدنان: ہماری قشم؟

ندا: باکاسائجی نہیں۔

عدنان: اچھابات میہ ہے کہ تم اس طرح سے خوش کیوں ہو، شایداس کی وجہ یہ بھی ہوگی

کہ میں بہت اچھاہوں۔

ندا: اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میں بہت اچھی ہوں ہر جگہ خوش رہتی ہوں۔

عدنان: (ندا کو گهری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) کہی تم اس وجہ سے تو خوش نہیں کہ تم بس خوش ہی رہتی ہو، تمہیں کوئی پروا ہی نہیں۔

ندا: ڈرتے کیوں ہو۔

عدنان: دیکھوندا، کئی دفعہ ڈر لگتاہے میں رات، رات کو سوتے اچانک اٹھ جاتا ہوں کہ تم سوئی ہوئی ہوگی یا واپس اینے پرستان چلی گئی ہوگی۔

ندا: یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وآپس کہا جاؤں گی ، میں وہاں آئی ہوں جہاں ساری دنیا ختم ہو جاتی ہے ، سارے رائے ختم ہو جاتے ہیں وآپس جانے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ تم وآپس جانے کا کہو گے تب بھی وآپس نہیں جاؤگی۔"(۱)

ہمارے ہاں امیری غریبی کا کھیل بر سوں سے جاری ہے۔ بعض او قات گھر، زندگی اور انسانیت کو محفوظ دکھایا گیا ہے۔ ادر انبانیت اور مساوات آدمیت کے رشتے کو پارہ بتایا گیا ہے۔ ندا اپنی مرضی سے عدنان سے شادی کر کے ایک عجیب مسلے سے دو چار ہوتی۔ اس کو گھر سے متفرق اشیا ملتی ہے جو عدنان کو بالکل پند نہیں ہوتی ہے یوں دونوں کے مابین فاصلے جنم لیتے ہیں یہی چیز اس جوڑے کو علیحدگی تک لے آتی ہے۔ یہاں پر عورت کو دو پاٹ میں تقسیم دکھایا گیا ہے کہ ایک طرف بیسہ اور عیش و آرام کی زندگی ہے اور دو سری طرف مفلسی اور بے لبی سے معمور حیات ہے، یوں وہ فیصلہ کرتے اپنی زندگی کو ہارتی ہے۔ حسینہ معین تحریر کرتی ہے کہ کس طرح ایک عورت تن تنہا ایک دولت کدے ، ایک فقیر خانے ، ایک اور چو بھی اور سب سے بڑھ کر ذات پات میں منقسم ایک معاشر سے میں جی رہی ہوتی ہے۔ وہ فیصلہ کرتے کہ کے بات میں منقسم ایک معاشر سے میں جی رہی ہوتی ہے۔ وہ فیصلہ کرتے کرتے ایک طرف نامر ادی پاتی ہے مگر اصل میں وہ سرمایہ اور مایہ اپنے آپ کو فراہم کرتی ہے جس کو حقیقی زندگی کہتے ہیں۔

حسینہ معین کے اس ڈرامے کے اختتام پر یہی نتیجہ نکلتاہے کہ نداان ظاہری رشتوں اور دولت سے معمور حوالوں
کو بھول کر اپنے مجازی خدا کی اس خدائی کو بسر و چشم قبول کرتی ہے جس کو محبت و مو دت کہا جاتا ہے۔وہ مادی دنیا اور وقتی
لذتوں کو جھوڑ کر اس جانب رجوع کرتی ہے جہاں عدنان رہتاہے جہاں ذہنی وروحانی خوشیاں ہوتی ہیں اور وہ زندگی اختیار کر
لیتی ہے جس کو عرف عام میں حیات جاوداں یکاراجاتا ہے۔

بانو قدسیہ کا تخلیقی ڈرامہ "چٹان پر گھونسلہ "۱۹۸۱ء میں لکھا گیا ہے۔اس میں حنااور ہمایوں نے مرکزی کر دار ادا کیے ہیں۔ ایک سڑک حادثے کی وجہ سے دونوں کی ملا قات ہو تی ہے اور حنازخی ہمایوں کو گھر لے آتی ہے۔والدین کی مشاورت کو پس پشت رکھ کر حنا ہمایوں سے شادی کرتی ہے۔ یہ شوہر انا وانانیت میں پڑھ کر ہیروئن سے محبت کا رشتہ توڑ دیتاہے اور دولت کا پچاری بن کر اس کو تنہا چھوڑ دیتاہے۔حنااور ہمایوں کے در میان ہونے والی بحث ملاحظہ کیجے۔

" ہایوں: غالباً تمہارا خیال ہے کہ تم بزنس میں شیئر ہولڈر ہو کیوں کہ میں نے ایک ذمانے میں تم سے ڈیڑھ لاکھروپید لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔یہ لوشکریہ کے ساتھ وآپیں۔ دنا: یہ یہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہاہے ہایوں ؟

ہمایوں: میں آپ کا اور آپ کے باپ کا ہر مال احسان اتار دینا چاہتا ہوں اور میں کوشش کرتا رہوں گا۔۔۔۔۔میری تم سے اتنی ریکویٹ ہے کہ تم میری زندگی میں انٹر فئیرنہ کرو۔" (2)

منقولہ مکالمہ بالکل واضح طور پر اس بات کو سامنے لاتا ہے کہ ہمایوں ہر حقیقت اور ہرشے کو پیسے کے تناظر میں تول کر دیکھتا ہے۔ جس کے سامنے انسانی احساسات و جذبات کی کوئی قدر نہیں۔ بانو قدسیہ در اصل یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ ہمیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ جو شخص خون کے رشتوں کی پروا نہیں کر تا اور قطع تعلق کر لیتا ہے وہ دو سروں سے کسے وفاکر سکتا ہے۔ ہمایوں کے اس طرح کے ردعمل سے حنا ایک خاموش پھر کی مانند ساری زندگی گزارتی ہے۔ پاکستان ٹیلی وژن کے اس طویل ڈرامے میں ایک عورت کو مر دپر اعتبار کرکے اور لاکھ ایثار کرکے ڈکھوں کا بُت ظاہر کیا گیا ہے۔ ادھر والدہ کی ناراضی اور اپنی مرضی کے ہاتھوں ساج اور خاندان میں ناستورہ قرار دی جاتی ہے اور اُدھر شوہر ہمایوں کی دغہ بازی، بے رخی اور خود غرضی سے ذاتی طور پر پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ ایسے میں وہ جیتے جی مر جاتی ہے اور اُر کاظ سے بے آسر اہو کر اور قسمت کو ذمہ دار شہر اگر انسان وانسانیت سے دور ایک تن تنہا کو شے پر صبح شام کرتی ہے۔

ڈرامہ" آنکھ مچولی" میں سیما کو ایک ایسے کر دار میں رکھا گیا ہے جو آدمی کو "مرد" سمجھ کر پیار کرتی ہے۔ بے شک وہ غربت دیکھتی ہے اور رنگ و نسل کے اعتبار سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہے مگر وہ نظر ، قدر اور پیار کے لحاظ سے ایک کھرا کر دار ہو تا ہے ۔ وہ پڑھان مرد روشن خان کو دل دے بیٹھتی ہے اور اس کی مردا نگی پر مر مٹتی ہے۔ ہیر واپنی اس پجارن کو باہر جانے ، غیر مردول اور والد سے بے ادبی سے بات کرنے اور پرائی دیواروں پر چڑھ کر دیکھنے سے منع کر تا ہے۔ کوئی مستقل رشتہ نہ ہونے کے باوجود بھی سیما اس پر جان چھڑ کتی ہے۔ ادھر سے عورت ویسے بھی خوبصورت نہیں ہوتی ہے اور اوپر سے غریبی کے واسطے ایسے ایسے کام سرانجام دیتی ہے جن کو معاشرہ اچھا نہیں سمجھتا۔ بید دونوں کر دار بعد میں اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ روشن خان وآپس سوات جاکر شادی کر لیتا ہے اور سیما ایک میر اثی ڈھول بجانے والے کی بیوی بنتی ہے۔ اس کام سے سیما کو نفرت ہ ہوتی ہے اور وہ شوہر کے اس عمل کو مردا نگی کے خلاف ما نتی ہے۔ وہ ڈھول کو دفع کرتی ہے اور ذہنی بیار ہو کر ایک شخص کی جدائی، مردومردائگی کی ممات اور ایک صبحے سورما کی دلیری وجواں مردی نہ پانے کی وجہ سے نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیا۔ ہو کہ سے نفسیاتی مریضہ بن جاتی ہو کہ ہیا ہے۔

ان دونوں ڈراموں میں عورت کو ایک گھر اور گھر انے کے اندر بے بس اور مرد کے ہاتھوں شکست یافتہ تحریر کیا گیاہے۔ بتایا گیاہے کہ ایک خاتون ان گنت قربانیوں اور محبتوں کا مظاہرہ کرے اور اپنی خواہشات اور ترجیحات کو گم جان کر اپنے شوہر ، والدین اور بچوں کی خوشیوں کے لیے سب کچھ کرے مگر اس کو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جو اس کے قدر تی ، بنیادی اور اخلاقی حقوق میں شامل ہوتا ہے۔ یوں ایک عورت کے ساتھ یہ انسانیت سوز ظلم ایک زمانے سے جاری ہے اور خیانے کب تک رہے گا۔

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی کہ ہر دور میں کا ننات سے لے کر گھر و گھر انے تک عورت کو ایک خاص تکریم حاصل رہی ہے۔ چاہے ایک عورت ذات کے حوالے سے زیر مطالعہ ہو، ساج میں کر دار کے ضمن سے زیر نظر ہویا ادب میں نام و مقام کے اعتبار سے زیر غور ہو، تو ہر انفرادی و اجتماعی اظہار خیال میں وہ مرکزی گر دانی جاتی ہے۔ بدقتمی سے بعض معاشر وں اور حالتوں میں اسی عورت کو کاغذی اور وقتی قابل احترام ہستی تو تسلیم کیا جاتا ہے مگر دائی اور ابدی لحاظ سے اس کو وہ عزت اور محبت حاصل نہیں ہوتی جس کی ہید قدرتی، پیدائشی، بنیادی، اخلاقی اور قانونی طور پرحق دار ہے۔

پاکتان ٹیلی وژن ایک ایبا قومی ادارہ ہے جس کے طویل دورانیے کے اردو ڈراموں میں خواتین کے حوالے سے چھوٹے بڑے مسائل کی بے مثال عکاسی کی گئی ہے۔ماضی تا حال زیادہ تر کھیلوں اور ڈراموں میں خواتین سے متعلق تعلیم، غربت، جاہلیت، بےروز گاری،علاج معالجہ، محبت، شادی، جیز، پر دے،امتیازی سلوک،اظہار رائے، نوکری، رشتے، تشد د، اولاد، خاندانی روایت، دشمنی، جاگیر، جائیداد، وراثت اور استحصال وغیرہ کوخوب دکھایا گیا ہے۔

متفرق ادبیوں اور قلم کاروں نے مختلف زاویوں اور زریعوں سے عور توں کو درپیش مسائل کی نشاندہی کی ہے اور یہ نتائ آخذ کی ہیں کہ عورت جس روپ اور کر دار میں ہو تو اس کو مقد س و مقدم خیال کر ناضر وری ہو تا ہے ۔ بے شک بعض او قات کی بیشی اور مدو جذر موجود ہو تا ہے اور اصلاح و فلاح کا مرحلہ بھی ایک حقیقت ہے مگر ذیادہ ترعورت کو نفرت و حقارت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ یہ تماشا ہر گزنہیں ہے اور نہ کوئی ڈمی یا اضطراری وجود ہے کہ جب چاہے اس کو اپنے فائدے کے لیے استعال کر واور وقت گزرنے کے بعد جہاں چاہو، چینک دو۔

بس یہ فقیدالمثال ہتی ہے جس کے ہونے سے کائنات بھر میں اور دنیا کے گوشے گوشے میں خوشیوں اور خوشیوں اور خوشیوں اور خوشیوں اور خوشیوں اور ناگ عام ہیں اور انسان وانسانیت کی بقاکو حقیقی جان کر عورت کو تمام بنیادی اور قانونی حقوق عطاکرنے، اس کو در پیش مسائل بر وقت حل کرنے اور ختم کرنے کی طرف تھوس اقد امات کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ وہ تمام تر آئینی ادکامات اور قانونی ارشادات کو عملی جامہ پہنانے کی بھی واقعی ضرورت ہے جن کے تحت عورت کو ہر قسم کی قدرتی، سابی اور اخلاقی آزادی ملی ہوئی ہے اور جن پر عمل کرکے عورت کے ظاہری وباطنی اور انفرادی واجتماعی مسائل کو بہترین انداز سے حل کیا جاسکتا ہے۔

### حوالهجات

- ا افتخار شیر وانی، عور تول کی محکومیت، فیر وز سنز لامور، بار اوّل، ۱۹۹۳، ص، ۹
  - ۲\_ الضاً، ص، ۹
- - ۳۔ بانو قدسیہ، حوّا کے نام، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۷۰۰۲، ص، ۵
- ۵\_ :سلمان بھٹی محمد، پاکستان ٹیلی وژن ڈراموں میں ساجی حقیقتیں، مجلس لاہور،۱۹۸۴، ص، ک

#### References in Roman Script

- 1. Iftikhar Sherwani, Aurto ki mahkomiat, Feroz Sons Lahore, Bar e Awal, 1993, Page 9.
- 2 Ibid
- 3. Laila Ahmed, Aurat Jinsi Tafreeq aur Islam (Mutarjam) Khalil Ahmed, Mashal Lahore, 1995, Page 8
- 4. Bano Qudsia, Hawa k Nam, Sang meel Publications, Lahore, 2007, Page 5
- 5. Suleman Bhatti Muhammad, Pakistan Television Dramo mian Samaji Haqwwqatain, Majlis Lahore, 1984, Page 7
- 6. www.youtube.ptvlongplays.com
- 7. Bano Qudsia, Foot Path Ki Ghas, Feroz and Sons, Lahore, 1989, Page 57, 58.